قصص القرآن میں سیاسی افکار اور ان کی عصری معنویت

Political Thought in the Stories of the Quran and Their Contemporary Relevance

Abdul Sattar[1]
Dr.Munir Azher[2]

Abstract:

The stories of the prophets narrated in the Qurʾān prominently highlight political wisdom, principles of leadership and insights into governance. These accounts not only describe the political issues and challenges of the past but also embed principles for establishing a virtuous society and a just system, offering practical guidance that remains relevant to our lives today. In today's world, where systems of governance and politics face numerous challenges, these Qurʾānic stories provide guidance on how leadership can be established on principles of justice, wisdom and public welfare. The political ideas of the prophets remind us that a virtuous and just society is one where justice prevails, public welfare is prioritized, and rulers view public trust and service as their duty. Thus, the political ideas within the Quranic stories serve not only as exemplary models but also offer practical guidance for improving today's political systems and establishing a fair society.

Keywords: *Stories of Quran, Political wisdom, Leadershi, Rulers.*

قرآن مجید کا مقصد انسان کی اصلاح کرنا ہے، قصص القرآن میں مختلف سیاسی اور معاشرتی افکار شامل ہیں جن کا مقصد بنی نوع انسان کو اخلاقی، عدالتی اور حکومتی نظام میں بہترین رہنمائی فراہم کرنا ہے۔قرآن مجید میں مختلف انبیاء کے قصص میں حکمرانی،عدل، مشاورت اور معاشرتی فلاح کے اصولوں کو اجاگر کیا گیا ہے، جو آج کے دور میں بھی عصری معنویت رکھتے ہیں،انبیاء کرام جس طرح دعوت و تبلیغ کا کام کیا کرتے تھے اسی طرح وہ اپنی قوم کی سیاسی طور پر رہنمائی بھی کیا کرتے تھے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے اولی الامر کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے اور ان پر جو نگران مقرر ہوتے ہیں انہیں عوام کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین فرمائی ہے۔امام بخاری روایت کرتے ہیں:

"كانت بنوإسرائيل تسوسهم الأنبياءكلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لانبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون).
قالوا فما تأمرنا ؟ قال (فوا ببيعة الأول فالأول أعطوهم حقهم فإن الله سائلهم عما استرعاهم"(3)

"بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے،جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہوجاتاتو وہ

---

1 . Ph.D Scholar, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur

2. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalnagar Campus

(3) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، بیروت، دار ابن کثیر، ۱۹۸۷ء، رقم الحدیث:۳۲۶۸

Bukhari, Muhammad bin Ismaeel, Al Jāme al Sahīh, Book: Al Anbīya, ba ma zukira an bani Israeel, Hadīth:3268

دوسرے ان کی جگہ آموجود ہوتے، لیکن یادرکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ہاں میرے نائب ہوں گے اور بہت ہوں گے۔صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے۔آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس سے بیعت کرلو ، بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔"

ذیل میں قرآن مجید میں بیان کردہ قصص میں سیاسی افکار اور ان کی عصری معنویت کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

قصہ نوح

حضرت نوح کی قوم نے جب آپ کی آواز پر لبیک نہ کہا تو آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا کہ وہ اس سے باز آجائیں مگر انہوں نے آپ کی باتوں پر کان نہ دھرے اور اپنی سرکشی میں مبتلا رہے۔

سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچانے اور امت کے وسیع تر مفاد کے لیے

یہ ضروری تھا کہ امت کے وسیع تر مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لیے تدبیر کی جاتی، تاکہ حق اور باطل کے ماننے والوں میں امتیاز ہوسکے اور اپنی امت کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھا جاسکے، اسی کے پیش نظر حضرت نوح نے اپنی قوم کے لیے کشتی بنانا شروع کی۔

"وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ"(1)

اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جب کسی خطہ پر زمینی و آسمانی خطرات کا سایہ منڈلا رہا ہو تو اس خطہ میں سیاسی حکمت عملی اختیار کرنا ضروری ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ اچانک آنے والی زمینی و آسمانی آفات پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیں، اس سلسلہ میں ان تمام چیزوں کی ایجادات و دریافات کی حوصلہ افزائی ضروری ہے جن سے کائنات کو محفوظ بنایا جاسکتا ہے، اس ضمن میں اسلحہ، مشینیں، گاڑیوں وغیرہ کی ایجادات اس حد تک تو ضروری ہیں جب تک ان سے انسانیت کو فائدہ پہنچتا رہے اور اگر ان سے انسانیت کو تباہ کرنے کا ارادہ ہو تو ان کی کسی صورت حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔

زمینی حیات کے بقاء کے لیے

چونکہ سیلاب کسی ایک خطہ پر نہ آنا تھا بلکہ اس نے روئے زمین کو اپنی لپیٹ میں لینا تھا اس لیے ضروری تھا کہ زمینی حیات کی بقاء کے لیے حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے انہیں محفوظ بنایا جائے تاکہ سیلاب کے بعد زمین پر ان کی آبادکاری ہوسکے اور وہ اپنی نسل کی بڑھوتری کرسکیں۔

"قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ"(2)

---

(1) ھود:۱۱: ۳۸

Hūd: 11 : 38

(2) ھود:۱۱: ۴۰

Hūd: 11: 40

کی عملی تصویر پیش کرتے ہوئے رہتی دنیا تک حفاظتی اقدامات کا بہترین نمونہ چھوڑا بلکہ اپنی کشتی میں چند مومنین کو جمع کر کے بقاءِ نسلِ انسانی کا ایسا عظیم کارنامہ سرانجام دیا کہ آدمِ ثانی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

قصہ داؤد علیہ السلام

اگر ایک طرف کتاب کی تعلیم و تعلم سے منسلک نظر آتے ہیں۔

"وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا"[(1)]

"اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔"

تو دوسری طرف جنگی سازوسامان دفاعی ہتھیار اور آلاتِ حرب و ضرب کی تیاری بلکہ ایجاد میں مصروف ملتے ہیں

"وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ"[(2)]

"اور ہم نے اسے تمھارے لیے زِرہ بنانا سکھایا تاکہ وہ تمھاری لڑائی سے تمھارا بچاؤ کرے۔تو کیا تم شکر کرنے والے ہو؟"

چنانچہ آپ نہایت ہلکی اور عمدہ زرہیں بنانے کے موجد ہیں۔آپ کے لیے سب سے پہلے لوہے کی بھٹی ایجاد کرنے، اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے اور سب سے پہلے زرہیں بنانے کا اور اس بات کا شرف بھی کچھ کم نہیں کہ بعد میں آنے والوں نے انھی سے یہ ہنر حاصل کیے۔سورہ سبا میں ہے اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو حکم دیا:

"أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ"[(3)]

"یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ۔"

وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ کا مطلب ہے چھوٹی بڑی نہ ہوں، نہ ہی ایسی کشادہ ہوں کہ جوڑ زیادہ حرکت میں رہیں، نہ بہت تنگ ہوں یا کیل اتنے موٹے ہوں کہ انسان پہن کر حرکت نہ کر سکے، بلکہ ہر کڑی اور ہر ہر جوڑ جسم میں اس کی درست جگہ بیٹھے اور ایک دوسرے کے ساتھ باہم مربوط ہو۔قرآن میں جہاں داؤد علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ ملتا ہے۔

"وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ"[(4)]

وہاں یہ تذکرہ بھی ضرور ملتا ہے کہ آپ قومی و ملی دفاع و بقا کے لیے حاکم وقت کے ساتھ مل کر دشمن سے برسرپیکار رہے، آپ بہترین جنگی کمانڈر اور دشمن کے لیے موت کا پیغام تھے۔

---

(1)النساء : ۴: ۱۶۳

An Nīsa: 4: 163

(2)الأنبياء : ۲۱ : ۸۰

Al Anbīya: 21: 80

(3)سبأ : ۲۱: ۱۱

Saba: 21: 11

(4)انبیاء: ۲۱: ۷۹

Al Anbīya: 21: 79

"وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ"[1]

جہاں حضرت داؤ علیہ السلام ایک بہت بڑے عالم نظر آتے ہیں۔

"وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا"[2]

وہاں بیٹھکوں، پنچائیتوں، جرگوں، ثالثی مصالحتی کونسلوں اور عدالتوں میں لوگوں کے متنازعہ مسائل کے فیصلے کرتے ہوئے بھی ملتے ہیں۔

"يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ"[3]

"اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

حضرت داؤد جہاں ایک طرف اللہ کے نبی تھے تو دوسری طرح اپنی سلطنت میں لوگوں کے مابین فیصلے کیا کرتے تھے، ایک طرح کتاب وحکمت کی تعلیم سے آراستہ تھے تو دوسری طرف زرہ بنانے میں مہارت اس بات کی دلیل تھی کہ سیاسی اثر ورسوخ اور اپنی سالمیت کی بقاء کے لیے خود کو سیاسی طور پر مضبوط کرنا کس حد تک ضروری ہے، عصر حاضر میں حضرت داؤد کا واقعہ سیاست دانوں کے لیے بہترین مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ سیاست صرف بول چال تقاریر کرنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ خود کو عملی تصویر بنا کر پیش کرنے کا نام ہے۔

قصہ حضرت سلیمان

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو وسیع سلطنت کا مالک بنا دیا تھا، جن کے متعلق انہیں وسیع اختیارات حاصل تھے، آپ میں سیاسی فیصلہ کرنے کی فہم وذکاوت اور قائدانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئیں تھیں۔

قائدانہ صلاحیتں

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ"[4]

حضرت ابوہریرہ سلیمان کی سمجھ بوجھ وفہم وفراست کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

"وقال كانت امرأتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن إحداهما فقالت صاحبتها إنما ذهب بابنك وقالت الأخرى إنما ذهب بابنك فتحاكمتا إلى داود فقضى به للكبرى فخرجتا على سليمان بن داود فأخبرتاه فقال ائتوني بالسكين أشقه بينهما فقالت الصغرى لا تفعل يرحمك الله هو ابنها فقضى به للصغرى)"[5]

---

(1) البقرة : ۲: ۲۵۱
Al Baqarah: 2:251

(2) النمل:۲۷: ۱۵
An Naml: 27:15

(3) ص:۳۸: ۲۶
Sad: 38:26

(4) النمل:۲۷: ۱۶
An Naml: 27:16

(5) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ووھبنا لداود سلیمن۔۔۔، رقم الحدیث: ۳۲۴۴
Al Jāme al Sahīh, Kitab ul Anbīya, Bab qol Ullah Tala Wawa hab na lidawoda Suleman,Hadīth: 3244

آپ فنِ تعمیر،صنعت کاری اوراںڈسٹریل پروجیکٹس کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ اس کے فروغ کے لیے بھی کوشاں تھے۔

"يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ"(1)

اس آیت میں (ما یشاء) کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ سلیمان علیہ السلام کے پاس ان تعمیری منصوبوں کی مزدوری کے لیے بڑے بڑے طاقت ور جن اور انسان موجود تھے لیکن اصل مینجر، پلینر، ڈیزائنر، ماسٹر مائنڈ اور انجینئر خود سلیمان علیہ السلام ہی تھے۔

جنگی ضروریات کی تیاری اور فراہمی سے انھیں خاص دلچسپی تھی چنانچہ گھوڑوں کی دوڑ کرواتے ہر قسم کا عمارتی سامان پتھر، مرمر، لکڑی اور لوہا وغیرہ مہیا کرتے اور ان کے ساتھ بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے۔ان عمارتوں میں مسجد اقصیٰ کی عمارت بھی شامل تھی۔

آپ اپنی افواج اور عوام کا کھانہ پکانے کے لیے تانبے کی یا پہاڑوں کو تراش کر پتھر کی اتنی بڑی بڑی دیگیں تیار کرواتے تھے جو ایک ہی جگہ جمی رہتیں۔انھیں اٹھا کر دوسری جگہ لے جایا نہیں جا سکتا تھا۔ان میں سے ہر دیگ میں ہزاروں آدمیوں کا کھانا پکتا تھا اور اتنے بڑے بڑے لگن یا تھال بناتے تھے جو حوضوں کی طرح لمبے چوڑے ہوتے، جن پر ایک وقت میں بہت سے آدمی کھانا کھا لیتے تھے۔

عصرِ حاضر میں حضرت سلیمان کے واقعہ میں بے شمار سیاسی بصیرتوں سے سے راہنمائی لی جاسکتی ہے کہ سلطنت کا چھوٹا یا بڑا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ سیاسی بصیرت ودانشمندی سے کام لیتے ہوئے موجود وسائل کو بروئے کار لا کر بھی امن وخوشحالی لائی جاسکتی ہے،اس کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی رہنما میں یہ باتیں اتم موجود ہوں کہ وہ حضرت سلیمان کی سیرت سے رہنمائی لیتے ہوئے بیک وقت مینجر، پلینر، ڈیزائنر، ماسٹر مائنڈ اور انجینئر بھی ہو،اس کی پلاننگ عام انسانوں سے الگ تھلگ ہو وہ مسائل ومشکلات سے اپنی قوم کو نکالنا جانتا ہو۔

قصہ حضرت ابراہیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ"(2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالف سیاسی حکمران کے پاس جتنی بھی طاقت ہو اس سے دلیل کے ساتھ مقابلہ کیا جاسکتا ہے،اور سب سے پہلا اصول بھی یہی ہے کہ اس پر حق بات کو واضح کیا جائے اسے حق کی طرف بلایا جائے،اس صورت میں اگرچہ اس کے پاس سینکڑوں کے لشکر ہوں،دربان اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے،وزیر مشیر اس کے ایک اشارے کے منتظر ہوں،پھر بھی سیاسی حکمت عملی کے تحت اسے ناحق بات چھوڑنے پر مجبور کیا جائے کیونکہ حضرت ابراہیم کا نمرود سے حق بات کے لیے جھگڑا کرنا ہم سے یہی مطالبہ کرتا ہے۔

---

(1) سباء:۳۴: ۱۳

Saba: 34: 13

(2) البقرہ:۲: ۲۵۸

Al Baqarah: 2: 258

قیادت وسیادت

لوگوں کی قیادت وسیادت کرنا اگرچہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس کا بار وہی محسوس کر سکتے ہیں جو اس کو اٹھائے ہوئے ہیں، تاہم اپنے اندر قیادت کی صلاحیتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اپنی قوم کے سامنے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ حضرت ابراہیم میں یہ خوبی نمایاں تھی یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قیادت وسیادت کا اعلان فرمایا:

"قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا"(1)

"فرمایا بے شک میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

"امامت وقیادت ان لوگوں کا حق ہے جو اپنے شعور اور طرز عمل اور اپنی صلاحیت اور ایمان سے اپنے آپ کو اس کا مستحق ثابت کردیں۔ یہ کوئی نسلی اور موروثی منصب نہیں ہے کہ باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہوتا چلا جائے۔ یہاں رشتہ و تعلق، خون، نسل اور قومیت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ یہاں دین و ایمان کے رشتے مدار تعلق ہوتے ہیں اور منصب و قیادت کے معاملے میں خونی ، نسلی اور قومی نعرے دعوائے جاہلیت کے زمرے میں آتے ہیں ، جو حیات انسانی کے بارے میں صحیح انسانی نقطۂ نظر کے ساتھ صریحاً متصادم ہوتے ہیں۔"(2)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی میں قیادت کی اہلیت ہو تو اس کے جاہ و منصب سے نوازنے میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر اس کی خوبیاں کسی کی ذات میں موجود نہ ہوں تو انہیں اس اہم فریضہ کی ادائیگی نہ سونپی جائے۔

قصہ حضرت یوسف

اولی الامر کی مدد واستعانت

حضرت یوسف اپنے خاص علم تعبیرالرؤیا کے ذریعے نہ صرف جیل کے قیدیوں بلکہ بادشاہِ وقت کی پریشانی کا تدارک بھی کرتے ہیں، آپ بیک وقت داعی، مبلغ، معبر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ماہر معاشیات بھی تھے، آپ نے جب یہ بھانپ لیا کہ آئندہ میری قوم کو شدید قحط سالی سے واسطہ پڑنے والا ہے تو یہ دیکھتے ہوئے کہ ان کے اندر ایسے حالات کا سامنا کرنے کی استعداد نہیں ہے فوراً اپنے آپ کو نگرانِ خزانہ بنائے جانے کے لیے پیش کیا۔

"قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ"(3)

---

(1) البقرہ:۲: ۱۲۴

Al Baqarah: 2: 124

(2) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، لاہور، ادارہ منشورات اسلامی، س-ن، ج:۱، ص:۱۶۹

Syed Qutb Shaheed, Tafsir fi Zilal ul Qurʾān, Lahore, Adara Mansorat Islami, N Y, Vol 1, P: 169

(3) یوسف:۱۲: ۵۵

Yousuf: 12: 55

مولاناابوالکلام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"بادشاہ نے خیال کیا جس شخص کی راست بازی، امانت داری اور وفائے عہد کا یہ حال ہے اس سے بڑھ کر مملکت کے کاموں کے لیے کون موزوں ہوسکتا ہے؟ پس کہا، فورا میرے پاس لاؤ، میں اسے اپنے کاموں کے لیے خاص کرلوں گا، چنانچہ حضرت یوسف آئے اور پہلی ہی ملاقات میں اس درجہ مسخر ہوا کہ بول اٹھا، مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے، تم میری نگاہ میں بڑا مقام رکھتے ہو۔مجھے بتلاؤ اس آنے والی مصیبت سے جس کی خبر خواب میں دی گئی ہے مملکت کیونکر بچائی جاسکتی ہے؟ حضرت یوسف نے کہا، اس طرح کہ ملک کی آمدنی کے تمام وسائل میرے ماتحت کردیے جائیں، میں علم و بصیرت کے ساتھ اس کی حفاظت کرسکتا ہوں، چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا، اور جب وہ دربار سے نکلے تو تمام مملکت مصر کے حکمران و مختار تھے۔"[(1)]

یہ ہے وہ سیاسی بصیرت جس کے تحت حضرت یوسف پکارا ٹھے کے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کردی جائیں کیونکہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ راست باز ہیں، گویا آپ نے خود کو وزیر خزانہ ڈکلیئر کردیا، عصرِ حاضر میں جب ملک پر سیاسی عدم اعتماد کی فضا چھائی ہوئی ہو تو یوسف کے کردار کی طرح راست باز لوگوں کو خود کو پیش کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنی سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے ملک میں اعتماد کی فضا قائم کرسکیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

"یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ"[(2)]

"اے یوسف! اے صدیق! بتائیے ہمیں (اس خواب کی تعبیر) کہ ساتھ موٹی تازہ گائیں ہیں۔کھارہی ہیں انھیں ساتھ لاغر گائیں اور ساتھ خوشے ہیں سرسبز اور دوسرے (سات خوشے) خشک تاکہ میں (آپ کا جواب لیکر) واپس جاؤں لوگوں کی طرف شاید وہ (آپ کے علم و فضل کو) جان لیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کو جب اس کے باسیوں کی ضرورت ہو تو وہ اپنے آپ کو ہمہ تن تیار رکھیں، ان سے جس طرح کے سیاسی فوائد و ثمرات حاصل کرنا چاہے وہ سے انکاری نہ ہوں، اگرچہ وہ بدحالی میں ہی کیوں نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف اگرچہ خود جیل میں قید تھے تو ان کے پاس سلطنت کا شاہی فرمان آن پہنچتا ہے تو وہ ان کی مدد کرنے سے انکاری نہیں ہوتے بلکہ اپنی ذات سے وہ سلطنت اور اس کی باگ دوڑ سنبھالنے والوں کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔

جب آپ نے سلطنت کے حکمران کی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے مدد کی تو بادشاہ نے خوش ہو کر نہ صرف اپنے پاس بلایا بلکہ آپ کو جیل

(1) آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، کراچی: شیخ غلام علی سنز، س۔ن، ج:۲،ص:۲۷۱
Azād, Abul Kalām, Tarjuman ul Qurʾān, Karāchi, Sheikh Ghulām Ali & Sons, N Y, Vol 2, P: 271

(2) یوسف:۱۲: ۴۳
Yousuf: 12: 43

سے آزادی کا پروانہ بھی جاری کیا اور اپنے پاس عزت کے ساتھ جگہ دی۔

"وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ"(1)

"اور بادشاہ نے حکم دیا کہ لے آؤ اسے میرے پاس۔ میں چن لوں گا اسے اپنی ذات کے لیے۔ پھر جب اس نے آپ سے گفتگو کی (اور مطمئن ہوگیا) تو کہا آپ آج سے ہمارے ہاں بڑے محترم (اور) قابل اعتماد (درباری) ہیں۔"

عدالت

سیاسی قائدین اور سیاسی رہنماؤں کے لیے عدالت سب سے بنیادی چیز ہے اگر کسی میں عدالت کی صفت مفقود ہو تو وہ سیاسی طور پر کسی طرح اہل نہیں ہو سکتا یہی وجہ تھی کہ حضرت یوسف نے اپنی عدالت کو پاک صاف رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور وہ ہر میدان میں سرخرو ٹھہرے، جب آپ کے کردار کشی کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے علی الاعلان کہا کہ وہ پاکدامن ہیں ان کے دامن پر کسی طرح کا کوئی داغ موجود نہیں ہے، اور پھر جب دیکھنے والوں نے آپ کی پاکدامنی کی تصدیق چاہی تو وہ بھی پکار اٹھے۔

"فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ"(2)

احتیاطی تدابیر اختیار کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ"(3)

مولانا ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"حضرت یعقوب نے انہیں تدبیر اور احتیاط کی نصیحت کی اور کہا اے میرے بیٹو! مصر میں تم سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا اور متفرق دروازوں سے داخل ہونا یہ حکم اس لیے دیا کہ سب بیٹے صاحب حسن و جمال تھے اور صاحب شوکت و ہیبت و وقار تھے اور ایک باپ کی اولاد تھے اس لیے اندیشہ ہوا کہ اس طرح داخل ہونے سے نظر نہ لگ جائے کیونکہ نظر حق ہے۔"(4)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"العین حق"(5)

---

(1) یوسف:۱۲: ۵۴
Yousuf: 12: 54

(2) یوسف:۱۲: ۲۸
Yousuf: 12: 28

(3) یوسف:۱۲: ٦٧
Yousuf: 12: 67

(4) کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س-ن، ج:۴، ص:۱۳۲
Kāndhlvi, Muhammad Idrees, Mārif ul Qurʾān, Lahore, Maktabah Rahmanīyah, N Y, Vol 4, P: 132

(5) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب العین حق، رقم الحدیث:۵۴۰۸
Al Jāme al Sahīh, Kitab ut tibb, Bab Al’en, Hadīth: 5408

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں عصر حاضر کی سیاسی تدابیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مِّنْ قُوَّةٍ یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ، سواری وغیرہ بھی داخل ہیں اور اپنے بدن کی ورزش، فنون جنگ کا سیکھنا بھی، قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے اس زمانہ کے اسلحہ تیر، تلوار، نیزے تھے اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا۔ پھر اب بموں اور راکٹوں کا وقت آگیا۔ لفظ قوت ان سب کو شامل ہے اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت، ٹینک اور لڑاکا طیارے، آب دوز کشتیاں جمع کرنا چاہئے کیونکہ یہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اور اس کے لئے جس علم و فن کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں سے دفاع کا اور کفار کے مقابلہ کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے۔"(1)

عصر حاضر میں اس سے رہنمائی لیتے ہوئے اپنے بچاؤ کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا صحیح ہے، اور حالات کے پیشِ نظر سیاسی حکمت عملی کو اختیار کیا جائے جیسا کہ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو حکمتِ عملی کے تحت احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔

حیلہ سازی کرنا

ارشادِ ربانی ہے:

"فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ"(2)

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"حضرت یوسف اپنے مدتوں کے بچھڑے ہوئے بھائی کو ان ظالم سوتیلے بھائیوں کے پنجے سے چھڑانا چاہتے ہوں گے، بھائی خود بھی ان ظالموں کے ساتھ واپس نہ جانا چاہتا ہوگا، مگر علانیہ آپ کا اسے روکنا اور اس کا رک جانا بغیر اس کے ممکن نہ تھا کہ حضرت یوسف اپنی شخصیت کو ظاہر کرتے، اور اس کا اظہار اس موقع پر مصلحت کے خلاف تھا، اس لیے دونوں بھائیوں میں مشہور ہوا ہوگا کہ اسے روکنے کی یہ تدبیر کی جائے، اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے اس میں بھائی کی سبکی تھی، اس پر چوری کا دھبہ لگتا تھا، لیکن بعد میں یہ دھبہ اس طرح بآسانی دھل سکتا تھا کہ دونوں بھائی اصل معاملہ کو دنیا پر ظاہر کردیں۔"(3)

گویا اپنے بھائی کو روکنے میں آپ کی رضامندی شامل تھی جو آپ کا سیاسی حیلہ تھا جس کے تحت آپ اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے میں

---

(1) محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی: ادارہ معارف القرآن، ۲۰۰۴ء، ج: ۴، ص: ۲۷۲

Muhammad Shafī, Marif ul Qurʾān, Karachi ,Adara Mārif ul Qurʾān, 2004, Vol 4, P: 272

(2) یوسف: ۱۲: ۷۰

Yousuf: 12: 70

(3) مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور: ادرہ ترجمان القرآن، س-ن، ج: ۲، ص: ۴۱۹

Mudidī, Abul Alā, Tafim ul Qurʾān, Lahore, Adara Tarjma nul Qurʾān, N Y, V 2, P:419

کامیاب ہوگئے، سیاسی معاملات میں حیلہ سازی کرنا اس حد تک تو درست ہے جس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچتا ہو، حیلہ سازی کے ذریعے کئی سے سیاسی معاملات کو سلجھانے میں مدد مل جاتی ہے۔

قصہ حضرت موسیٰ

گزشتہ واقعات سے نصائح

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ"(1)

سیاسی تاریخ نشیب و فراز کی داستاں ہوتی ہے جہاں عروج و زوال کی کہانی اپنے مابعد والوں کے لیے اپنے اندر سینکڑوں ہدایت و رہنمائی کا سامان لیے ہوئے ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ کو کتاب کے ساتھ سابقہ اقوام کے حالات و واقعات سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے کہ ان کی ہلاکت و بربادی کی وجوہات کیا تھیں اور ان میں کون کون سی ہدایت اور رحمت کا سامان موجود ہے،اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اپنے سابقہ حالات پر گہری نظر رکھی جائے،ان میں کی جانے والی غلطی کوتاہیوں کو دور کرنے ان سے عبرت پکڑنے کا درس ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

بازپرس کرنا۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي"(2)

حضرت موسیٰ جب کوہ طور سے واپس آئے تو اپنی قوم کو گمراہ پایا جس سے سخت رنجیدہ ہوگئے اور سخت غصے میں آگئے،اپنی قوم اور اپنے بھائی ہارون سے اس گمراہی کی بابت معلوم کرنے لگے کہ ایسا کیونکر ہوا،اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو بااختیار بناتا ہے تو اس سے بھی ضرور بازپرس کی جائے گی، کہ اس نے اس کے عطاء کردہ اختیار کو کہاں کہاں استعمال کیا ہے اسی طرح جب سلطنت کے امور کو چلانے کے لیے لوگوں کے مختلف عہدوں سے نوازا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی من مانی کرنے میں آزاد ہیں بلکہ ان پر خدا کی طرف سے جن کو نائب مقرر کیا گیا ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے حالات و واقعات سے بھی آگاہ رہیں اور ان کی بازپرس بھی جاری رکھیں۔

منتخب کرنے کا اختیار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا"(3)

---

(1) القصص:۲۸: ۴۳

Al Qasas: 28: 43

(2) الاعراف:۷: ۱۵۰

Al Arāf: 7: 150

(3) الاعراف:۷: ۱۵۵

Al Aarāf: 7: 155

"اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدہ ملاقات کے لیے چن لیے۔"

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اختیار دیتا ہے تو اسے دوسروں سے وافر مقدار میں علم و حکمت سے نوازتا ہے جس کی بدولت وہ اپنے ماتحتوں کا انتخاب کرتا ہے ،اگر اس کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی ہدایات کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت بھی اس کے ساتھ رہتی ہے ،اور اس میں اس کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ بہترین لوگوں کا چناؤ کرے،اپنی سیاسی ذمہ داریوں سے عہدہ براں ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی قیادت کا انتخاب کرے جو اس کے صحیح معنوں میں دست و بازو بن سکیں،اسی طرح عوام کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے لیے اہل قیادت کا انتخاب کرنے میں آزاد ہو اور اپنے حقوق کی ضامن قیادت کو منتخب کر سکے۔

سیاسی دانشمندی

"يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ"[1]

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فرعون مطلق العنان فرمانروا ہونے کے باوجود آج کل کے فرعونوں کی طرح تنگ مزاج اور کم ظرف نہیں تھا کہ ادھر کسی نے مخالف رائے دی جھٹ وہ غدار اور گردن زدنی قرار دے دیا گیا بلکہ وہ اختلاف رائے کو بڑے تحمل سے برداشت کرتا تھا۔" [2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے سیاسی مخالفین سخت ترین اختلاف بھی کیوں نہ ہو انہیں رشد و ہدایت کی طرف دعوت دی جائے،اور اگر ان کا نظریہ ورائے مختلف ہو تو سیاسی دانشمندی یہی ہے کہ اس کا بھی احترام کیا جائے بجائے اس کے کہ ان کی کردار کشی کی جائے اپنے مخالفین کو دبا دیا جائے۔

قصہ حضرت محمد ﷺ

سیاسی معاہدات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا"[3]

پیر کرم شاہ الازہری سورہ الفتح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"امن قائم ہو جانے کے بعد حضور ﷺ کو یہ موقع مل گیا کہ جو علاقے اسلم کی زیرنگین ہو چکے ہیں انہیں اسلامی

(1) غافر:۴۰: ۲۹

Ghāfir: 40: 29

(2) الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ج:۴، ص:۳۰۴

Al Azhrī, Karm Shah, Zia ul Qurʾān, Lahore, Zia ul Qurʾān Publication's, 2015, V 4: 304

(3) الفتح:۴۸: ۱

Al Fat'h: 38: 1

حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کردیا جائے اور اسلامی قانون کے نفاذ سے مسلم معاشرہ کو ایک نئی تہذیب اور تمدن کے سانچے میں ڈھال دیا جائے،اس صلح کا یہ فائدہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ قریش کی جانب سے جب اطمینان ہوا تو حضور ﷺ نے شمالی عرب اور وسط عرب کی مخالف طاقتوں کو مسخر کرنے کے لیے عنان توجہ مبذول فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد یہودیوں کے اہم مراکز خیبر، فدک، وادی القری، تیمہ اور تبوک پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور وسط عرب میں پھیلے ہوئے بادیہ نشین قبائل جو پہلے قریش کے حلیف تھے، ایک ایک کرکے حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے یا حضور کی اطاعت قبول کرلی۔"[1]

سیاسی معاہدات کرنااور پھر ان کی پاسداری کرنا سیاست میں انتہائی اہم مرحلہ ہوتا ہے، کیونکہ اس میں ملک کی باگ دوڑ سنبھالنے والے سیاستدانوں کو مختلف ممالک اور اپنے ملک میں مختلف وفود اور تنظیموں سے معاہدات کرنا ہوتے ہیں، بعض اوقات سیاسی معاہدات عوام الناس کی نظر میں کمتر دکھائی دیتے ہیں مگر حقیقی رہنماؤں کی دوراندیشی میں وہ معاہدات فوائد و ثمرات سے بھرپور ہوتے ہیں، جیساکہ صلح حدیبیہ میں کیاجانے والا معاہدہ بظاہر مسلمانوں کے دل میں کھٹک رہا تھا مگر کچھ ہی عرصہ میں ان کے تمام اندیشوں کو دور کردیا گیااور اس معاہدے کے سبب مسلمانوں نے عظیم کامیابیوں کو سمیٹا،ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاسی رہنمادور اندیش اور حالات وواقعات سے اچھی طرح واقف ہوتاکہ وہ ایسے معاہدات کرنے میں کامیاب ہوجائے جو اس کی قوم وملت کے لیے نفع کا باعث ہو۔

خلاصہ بحث:

یہ سیاسی افکار جدید معاشرتی اور سیاسی نظاموں کے لیے ایک مشعلِ راہ ہیں، اسلامی جمہوری ریاستوں میں ان اصولوں کا عملی نفاذ ممکن ہے اور یہ عالمی سطح پر بھی پائیدار امن اور انصاف کے قیام کے لیے نہایت اہم ہیں، قصص القرآن کے یہ اصول نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی بہترین زندگی کے اصول فراہم کرتے ہیں اور عصرِ حاضر میں بھی ان کی معنویت برقرار ہے۔ قصص القرآن کی روشنی میں درج ذیل سیاسی اصول سامنے آتے ہیں:

- حاکمیت الٰہیہ
- عدل وانصاف
- مشاورت
- خدمتِ خلق
- حقوق کی آزادی
- احتساب

بعض انبیاء کرام بالواسطہ اور بعض بلاواسطہ سیاست میں اپنا کردار ادا کرتے رہے، قرآن مجید میں انبیاء کرام کے واقعات میں سیاسی اصول مستنبط ہوتے ہیں جن سے عصرِ حاضر میں بھی رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

(1) الازہری، ضیاء القرآن، ج:۴، ص:۵۵۰

Zia ul Qurʾān, V 4: P: 550